وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القمر 17:54)

اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

سال بھر کیلئے نصابِ قرآن

قرآن مجید کے اصولوں اور ہدایات کی روشنی میں نئی زندگی کا آغاز کیجیے۔

فہم القرآن

کامیاب زندگی کے لیے قرآن مجید کے 365 اُصول

سال کے 365 دنوں کی مناسبت سے

جلد اوّل

ڈاکٹر علی وقار قادری

M.R.P. : 0000/-

بامقصد، کامیاب، پرسکون اور بھرپور زندگی کے لیے
قرآن مجید کے 365 اصول

ہر روز ایک نیا اصول اپنائیں اور اپنی شخصیت پر قرآن مجید کا رنگ چڑھائیں۔

نوٹ: آیات کا ترجمہ "عرفان القرآن، از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری" سے لیا گیا ہے۔

نوٹ: اصولوں کی تعداد 365 سے کچھ زائد اس لیے ہوئی ہے کہ بعض آیات سے ایک سے زائد اصول اخذ کئے گئے ہیں۔

میری دعا اور اللہ تعالیٰ کا جوابِ دعا

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے مضبوط بنا!

اس نے مجھ پر مشکلات اور مصائب بھیج دیئے کہ ان سے لڑ کر مضبوط ہو جا۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حکمت عطا فرما!

اس نے مجھے مسائل میں مبتلا کر دیا کہ ان کو حل کر اور حکمت کو پا لے۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حوصلہ عطا فرما!

اس نے مجھ پر خطرات ڈال دیئے کہ ان پر قابو پا اور حوصلہ مند ہو جا۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اپنی محبت دے!

اس نے مجھے مشکلات میں گھرے لوگ ملوا دیئے کہ ان کی مدد کر اور میری محبت پا لے۔

یوں میری ہر دعا شرف قبولیت پا گئی۔

یہی قرآن مجید کا "قانون نشو و نما" ہے،

یہی "صلاحیتوں کے ارتقاء کا فلسفہ" ہے۔

انسان کو اس فکر پر ڈالنا قرآن مجید کا حقیقی مدعا ہے۔

اس کتاب کو اسی قرآنی فکر کو اجاگر کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔

مقصدِ کتاب

ہمارے ہاں ہزاروں مدارس ہیں مگر کہیں بھی قرآن فہمی کا باقاعدہ نصاب مرتب نہیں ہوا۔ ایسا نصابِ قرآن جس کا مطمع ءنظر، یہ ہو کہ قرآن مجید کے بنیادی تصورات کو مسلکی جانبداری سے بلند ہو کر، اور قرآن کے مقصدِ نزول کو مد نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہو۔ اس کتاب کو انہی دو پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر تحریر کیا گیا ہے۔ اس کو نوجوانوں کے لیے "قرآن فہمی" کا اولین نصاب قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس کتاب میں قرآنی ہدایات کو Calculated انداز میں بغیر کسی اضافی تشریح کے پیش کیا گیا ہے، تاکہ پڑھنے والا براہ راست قرآن مجید سے روشنی اور ہدایت حاصل کر سکے۔

اس کتاب میں قرآن مجید کے 365 سے زائد موضوعات کو پوری طرح سے بنا کر پیش کر دیا گیا ہے، تاکہ محققین، سکالرز اور اور اہل علم حضرات کے لیے مفید ثابت ہو سکے۔ جہاں تک علماء کرام کی بات ہے تو یہ کام ان کے لیے نہیں ہے، کیونکہ اِس کا منہج جدید اور غیر جانبدار ذہن کے نوجوانوں کو مد نظر رکھ کر تشکیل دیا گیا ہے۔ جبکہ علماء میں غیر جانبدارانہ اور مسلکی تعصبات سے بالا ہو کر تحقیق و تحریر کا رجحان تقریباً ناپید ہو چکا ہے (الا ماشاء اللہ)۔

نظم کتاب

اس کتاب کا نظم سادہ مگر بامقصد رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر اُصول تین حصوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے ہر اصول کے لیے ایک مستقل "عنوان" قائم کیا گیا ہے جو پورے اصول کے بنیادی Theme کو بیان کرتا ہے۔ اُس کے بعد اُس عنوان کے تحت قرآن مجید کی آیت یا چند آیات کو لیا گیا ہے، ساتھ اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد باندھے گئے عنوان کے تحت اور نقل کی گئی آیات سے زندگی کے مختلف گوشوں میں رہنمائی کے لیے ہدایات اخذ کی گئی ہیں۔ ان ہدایت کو اُصول کی صورت میں mathematical انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کا یہ اختصار اس کو بامقصد بنانے کی خاطر اپنا گیا ہے۔ وقت کی کمی کے باعث عوام بڑی بڑی تفاسیر پڑھنے کا وقت نہیں نکال سکتے، نیتجتاً قرآن سے دور ہو رہے ہیں۔ دوسرا یہ پہلو بھی اہم ہے کہ قرآن مجید کے حوالے سے دستیاب مواد پر مسالک کی گہری چھاپ موجود ہے۔ اس مسلکی چھاپ کی بنیاد پر ہونے والی افراط و تفریط کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ نوجوان اور غیر جانبدار پڑھا لکھا طبقہ اولاً تذبذب اور ثانیاً دین بیزاری کا شکار ہو رہا ہے۔

آج کل نوجوانوں میں پائی جانے والی دین بیزاری، الحادی رجحانات اور بے عملی کی بڑی وجہ مسلکی بحثیں اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت و تعصب ہے۔ یہ کتاب ایسے لوگوں کے لیے رہنمائی ہے جو مسلکی تعصبات سے ہٹ کر براہ راست قرآن مجید کو سمجھنا چاہتے ہیں، اور قرآن مجید کی روشنی میں اپنے تصورات وضع کرنا چاہتے ہیں۔

انتساب

یہ عاجز اپنی کتاب کو سید الانبیاء حضرت **محمد** مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پاک علیہم السلام سے منسوب کرتا ہے۔

گر قبول اُفتد زہے عزو شرف

فہرست ابواب (اجمالی فہرست)

انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قرآن مجید کی نظر میں 1

انسان کا رسول اللہ ﷺ سے تعلق قرآن مجید کی نظر میں 65

قرآن مجید اور شرفِ انسانیت 91

قرآن مجید اور علاماتِ ایمان 109

قرآن مجید اور تعمیر شخصیت 152

قرآن مجید اور تخریب شخصیت 227

قرآن مجید اور تعمیر معاشرہ 276

قرآن مجید اور تخریب معاشرہ 341

قرآن مجید کے آفاقی تصورات 358

جلد دوم 446

قرآنی عقلیات 447

قرآن مجید اور مقصدیت 515

قرآن مجید اور تصوف 525

قرآن مجید اور انسانی طبقات 570

قرآن مجید اور علوم جدیدہ 600

قرآن مجید اور دینی قدروں کا زوال 617

قرآن مجید کا مزاج زیادہ تر "عملی" ہے 629

قرآن مجید اور دینی قدروں کا عروج 643

قرآن مجید اور تشکیل خاندان 652

قرآن مجید اور حیاتِ اُخروی 663

قرآن مجید اور حیاتِ دنیوی 670

قرآن مجید، تصورِ وحدت اور تفرقہ بازی 683

قرآن مجید اور روز مرہ زندگی کے آداب 692

قرآن مجید اور سیاسیات 707

قرآن مجید اور معاشیات 715

قرآن مجید کا فہم اور اس کا منصب 729

قرآن مجید سے کامیابی کا جامع لائحہ عمل 753

قرآن مجید اور قوانینِ دعوت 776

قرآن مجید کی تعلیماتِ امن 805

قرآن مجید اور ضابطہ ءاختلاف 808

قرآن مجید اور انسانی نفسیات 813

قرآن مجید اور تصورِ حُریت 825

قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں 829

قرآن مجید اور اُمَمِ سابقہ 833

قرآن مجید اور خواتین 836

باب 1
انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قرآن مجید کی نظر میں

اُصول نمبر 1
عنوان: اللہ تعالیٰ کا ایڈریس

آیت:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي [1]

ترجمہ:

اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال
کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا
جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔

اُصول:

☆ یہ آیت ہر انسان کی فطرت میں پوشیدہ ایسی طلب کو واضح کر رہی ہے جو اس کے اندر کی پکار ہے، تمام جدوجہد کا حاصل ہے اور قلب کا اطمینان ہے۔ یعنی اس کے رب کا ایڈریس۔

☆ کون ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا ایڈریس نہیں چاہیے ؟ کون ہے جو اس سے اپنی حاجات بیان کرنے کے لیے مارا مارا نہیں پھرتا ؟ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنا نہیں چاہتا؟ یہ تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا ایڈریس مل جائے۔

☆ دوسرا مسئلہ یہ ہے اگر ایڈریس اتنی دور کا ہو کہ غریب آدمی جا ہی نہ سکے، پھر بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا، اگر ایڈریس ایسا ہو کہ ہر کوئی جا سکے تب فائدہ ہے۔

☆ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سے ملنے سے پہلے سیکرٹری سے appointment لینے کی ضرورت تو نہیں ؟ کیوں کہ دنیا میں تو کسی بڑے سے ملنے کے پروٹوکولز ہوتے ہیں۔ کئی کئی مہینوں کا ٹائم نہیں ملتا۔ کیا اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے ایسے پروٹوکولز تو نہیں ؟

☆ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ عرضی کا جواب کب تک ملتا ہے ؟ بڑے لوگ تو کئی کئی مہینے گزارش پر جواب نہیں دیتے، کیا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے ؟

☆ ان چاروں سوالوں کا جواب اس آیت میں دے دیا گیا ہے۔:

- پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے، مگر کتنا؟ بتایا کہ شہ رگ سے بھی زیادہ۔ یعنی تم بھی اتنا اپنے قریب نہیں جتنا وہ تمھارے قریب ہے۔ پس ایڈریس کا مسئلہ حل ہوا، اب ملنے کا ارادہ کیجئے۔

---

[1] البقرۃ 186:2

- دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ ہر امیر، غریب، کالا، گورا، اس کو ماننے والا اور اس کو نہ ماننے والا، جاہل یا پڑھا لکھا، وہ سب کے اتنے ہی قریب ہے، یہ مسئلہ بھی حل ہوا۔ اب اپنی حالت کو مت دیکھئے ملاقات کی تیاری کیجئے۔
- تیسرے سوال کا جواب دیا کہ کسی appointment کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر لمحہ اپنے بندوں کا انتظار کر رہا ہے، اس کے پاس جانے میں وقت کی قید بھی نہیں، جو صبح جانا چاہے جاسکتا ہے، جو دوپہر کو جانا چاہے جا سکتا ہے، جو گہری اندھیری رات کو جانا چاہے جا سکتا ہے، وہ ہر وقت ملاقات کے لیے تیار ہے۔
- چوتھا مسئلہ بھی حل ہوا کہ اسکے دربار میں پیش کردہ گزارش جواب کی منتظر نہیں رہے گی بلکہ وہ کہتا ہے میں اس جواب دیتا ہوں۔ کوئی عرضی unattended نہیں چھوڑتا۔ عرضی کا جواب دیتے ہوئے عرضی کرنے والے کی حیثیت کو نہیں دیکھتا بلکہ نیت کو دیکھتا ہے۔

☆اس کے بعد وہ ترغیب بھی دیتا ہے اور خواہش کا اظہار بھی فرماتا ہے کہ مجھ سے ملتے رہا کرو، جو زیادہ دیر نہ ملے اس سے ناراض بھی ہو جاتا ہے۔

☆اس سب کے باوجود بھی جو اس سے ملنے نہ جائے، سمجھ لیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق ہی نہیں رکھتا، اس کا دعویٰ ءمحبت محض جھوٹ ہے۔

اُصول نمبر 2

عنوان: ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔

آیت:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ ۖ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيْءٍ ۚ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا[2]

ترجمہ:

اور (اے حبیب!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان (دغابازوں) میں سے ایک گروہ یہ ارادہ کر چکا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، جب کہ وہ محض اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور آپ کا تو کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے، اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

[2] النساء 113:4

اُصول:

☆ یہ آیت اس اُصول کو واضح کر رہی ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل، عقل و دانش پر بھروسہ کر کے کامل ہدایت حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ عقل و شعور ہدایت کی راہ ضرور دکھاتے ہیں مگر کامل ہدایت پر صرف وہی قائم رہ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے۔

☆اس آیت میں بہت اونچی بات کی گئی ہے جو بندوں کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے حبیب مکرم ﷺ! آپ کا ہدایت پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل کے باعث ہے۔

☆اگر حضور ﷺ کا ہدایت پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل کے باعث ہے تو کسی دوسرے انسان کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے کہ وہ اترائے اور خود کو اپنے تیئں ہدایت یافتہ سمجھے۔

☆اس آیت کا سبق یہ ہے کہ ہر مومن ہمہ وقت اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور تذلل سے جھکا رہے اور ہر لمحہ اس سے ہدایت کی خیرات بھی مانگے اور ہدایت پر قائم رہنے کی دعا بھی کرے۔

☆ہدایت کا حصول اور دوام اللہ تعالیٰ کے ساتھ باطنی تعلق سے وابستہ ہے۔

اُصول نمبر 3
عنوان: اختیاری اطاعت

آیت:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى ۚ[3]

ترجمہ:

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر ضرور جمع فرما دیتا۔

اُصول:

☆اس آیت میں ایک شاندار اصول بیان ہوا ہے، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی اطاعت مطلوب ہے جس میں انسان کے پاس گمراہی اور گناہ کا راستہ بھی موجود ہو مگر وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور عقل و فہم کے اعلیٰ ترین تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے حق کا راستہ اپنائے۔

---

[3] الانعام 35:6

☆ اللہ تعالیٰ یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم کو جبری طور پر ہدایت اور اطاعت پر مجبور کرے، حالانکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو جبراً اپنی قدرت سے جمع کر سکتا تھا[4]، مگر یہ کام انسان کی تخلیقی اسکیم کے خلاف تھا۔

☆ اطاعت کی دو قسمیں ہیں:

1۔ اختیاری اطاعت

2۔ غیر اختیاری اطاعت / مجبوری کی اطاعت

☆ مخلوقات کی تین اقسام ہیں۔ ایک وہ جن میں عقل نہیں نفس اور شہوت ہے جیسا کہ جانور، دوسری وہ جن میں نفس اور شہوت نہیں محض عقل ہے جیسے ملائکہ، تیسری ایک ایسی مخلوق ہے جس میں عقل بھی ہے، نفس و شہوت بھی وہ انسان ہے۔

☆ پہلی دونوں کی اطاعت محض مجبوری کی اطاعت ہے جبکہ انسان میں عقل و شعور بھی ہے جو ہدایت کی راہ دکھاتی ہے اور نفس و شہوت بھی جو گمراہی کی طرف راغب کرتے ہیں، پس انسان کے پاس اختیار ہے کہ چاہے تو اطاعت کا راستہ اختیار کرے، چاہے تو گمراہی کا۔

☆ کائنات میں غیر اختیاری اطاعت کرنے والی تو بہت سے چیزیں تھی مثلاً سورج، چاند، ستارے، ہوائیں، بادل، پہاڑ، چرند، پرند وغیر۔ ان کی اطاعت کسی اختیار کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ مجبورِ محض ہیں جو اطاعت کے علاوہ کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ ان میں یہ داعیہ ہی نہیں رکھا گیا کہ وہ اطاعت کے لیے علاوہ کچھ اور کر سکیں۔

☆ انسان اطاعت و گمراہی دونوں راستوں کی طرف جا سکتا ہے، پس اللہ تعالی نے چاہا ہے کہ ایسی مخلوق اس کی اطاعت کرے جس میں داعیہ سرکشی بھی ہو مگر وہ اس کی رضا کی خاطر اپنے اختیار سے اطاعت کی راہ اپنائیں۔

☆ پس یہ بات بطور ضابطہ سمجھ لیجیے: ہدایت جبراً مطلوب نہیں بلکہ عقل و فکر کا استعمال کر کے اختیاری مطلوب ہے۔

اُصول نمبر 4
عنوان: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا

آیت:

كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ[5]

---

[4] الانعام 149:6

[5] المطففین 14:83

ترجمہ:

(ایسا) ہر گز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اَعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لیے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)۔

اُصول:

☆اس آیت میں ایک شاندار اصول بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ انسان خود پر ظلم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، بلکہ انسان خود گمراہی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کے دل پر مہر نہیں لگاتا بلکہ پہلے انسان خود انکار کی راہ یعنی کفر اپناتا ہے تب اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، پہلے انسان نافرمانی کرتا ہے پھر گمراہ لکھا جاتا ہے۔

☆ یہ ایک اُصولی ضابطہ ہے جس کی آج کے جدید دور میں کلیرٹی کی بہت ضرورت ہے۔ لوگوں نے اپنی کم علمی کے باعث ان مسائل کو خلط ملط کر دیا ہے، یہ مسائل جو کلیتاً عقل وفکر سے تعلق رکھتے ہیں ان کو سارا کا سارا تقدیر کے کھاتے میں ڈال رکھا ہے۔

☆یہی پہلو قرآن بہت مقام پر زیر بحث لا کر وضاحت کرتا ہے:

1. پس (انہیں جو سزائیں ملیں وہ) ان کی اپنی عہد شکنی پر اور آیاتِ الٰہی سے انکار (کے سبب) اور انبیاء کو ان کے ناحق قتل کر ڈالنے (کے باعث)، نیز ان کی اس بات (کے سبب) سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف (چڑھے ہوئے) ہیں.[6]
2. بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے، سو وہ چند ایک کے سوا ایمان نہیں لائیں گے۔[7]
3. (اللہ تعالیٰ) صرف انہی کو گمراہی میں ڈالتا ہے جو (پہلے ہی) نافرمان ہیں۔[8]
4. اس طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے، کیونکہ وہ پہلے ہی (حق کو) جھٹلا چکے تھے۔[9]

☆ قرآن مجید کی ان آیات نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ انسان کی اپنی روش ہے جو اسے تمام تر دلائل اور ہدایت کے لیے مطلوب معلومات دستیاب ہونے کے باوجود گمراہی تک لے آئی۔ اب وہ اسی روش کا نتیجہ بھگتے گا، جو نتیجہ ہوگا ظلم نہیں۔

[6] النساء155:4

[7] النساء155:4

[8] البقرۃ26:2

[9] الاعراف101:7

اُصول نمبر 5

عنوان: اللہ تعالیٰ اُسی سے وعدہ پورا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔

آیت:

يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ[10] أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ[11]

ترجمہ:

اے اولادِ یعقوب! میرے وہ انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور تم میرے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کرو میں تمہارے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کروں گا، اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔

اور کیا (ایسا نہیں کہ) جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ کر پھینک دیا، بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

اُصول:

☆ یہ آیات اس اُصول کو واضح کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدے پورے کرتا ہے۔

☆ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے وعدے بھول گیا اور تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدے بھول گیا۔

☆ اس کی مثال یہ ہے: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تم محنت اور کوشش کرو میں رزق دوں گا۔ جو محنت اور کوشش ہی نہ کرے اور چاہے کے گھر بیٹھے سب کچھ مل جائے تو ایسے نادان سے اللہ تعالیٰ وعدہ وفا نہیں فرماتا۔[12]

☆ اسی کی ایک مثال یہ بھی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے احکام پر عمل کرے گا اور میرے نبی ﷺ کا ہر حکم مانے گا میں اس کو مغفرت اور اعلیٰ درجات سے نوازوں گا۔ اب جو شخص اپنا وعدہ اطاعت جو ایمان اور کلمہ کے اقرار کی صورت میں کر چکا ہے اس کو تو بھول

---

[10] البقرۃ 40:2

[11] البقرۃ 100:2

[12] البتہ قانون فضل اگر کار فرما ہو تو اس کا ضابطہ جدا ہے۔

جائے مگر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو یاد کر کے بیٹھا رہے اور امید لگائے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے، تو ایسے شخص کے لیے پیغام ہے اس اصول میں کہ ایسی امید لگانے کا کوئی معنی نہیں۔ ایسے شخص کو نادان ہی کہہ سکتے ہیں۔

☆یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدے توڑنے والے کو بے ایمان فرمایا۔

اُصول نمبر 6
عنوان: اللّٰہ تعالیٰ کن کے لیے راہیں کھولتا ہے؟

آیت:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ [13]

ترجمہ:

اور جنہوں نے ہماری راہ میں انتہائی کوشش کی ہم ضرور ان کے لیے اپنی راہیں کھول دیں گے اور بیشک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اُصول:

☆اس آیت میں یہ اُصول بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کائنات میں کامیابی کیسے دیتا ہے اور اپنی مدد سے کیسے نوازتا ہے۔

☆ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے غیب سے رزق کے دروازے کھولے، کامیابیوں سے نوازے، مگر ہم یہ غور نہیں کرتے کہ اس رب نے اس کائنات میں کامیابی کے لیے ایک discipline رکھا ہے، کیا ہم نے اس ڈسپلن کو فالو کیا ہے؟

☆وہ ڈسپلن اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ "انتہائی کوشش، انتہائی کوشش اور انتہائی کوشش"۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کئے بغیر دعاؤں سے اور پھونکوں سے کامیابی کا طلبگار ہے وہ بیوقوف ہے اور قرآن کے منشاء سے بہت دور ہے۔

☆آیت میں اصول بڑا واضح ہے کہ راستے اسی کے لیے کھلیں گے جو ان کی تلاش میں جدوجہد کرے گا اور ایسی جدوجہد جس مُیں مقصد کا تعین ہو کہ حاصل کیا کرنا ہے، مقصد کی طرف جانے کا روڈ میپ ہو، راستے میں آنے والی مشکلات کا حل ہو، اور کامیابی تک مسلسل محنت کا حوصلہ ہو، اور یہ سب کچھ ایک خاص پلاننگ کے ساتھ کیا جائے، تب جا کر قرآن کی نظر میں یہ حقیقی جدوجہد کہلائے گی جس کے نتیجہ میں راہیں کھلیں گی۔

---

[13] العنکبوت 69:29

☆سوچے سمجھے بغیر، مقصد کا تعین کئے بغیر، راہ کی مشکلات کا اندازہ لگائے بغیر کسی کام میں کود پڑنا، اور کامیابی کی امید رکھنا بیوقوفی ہے۔ ایسی جدوجہد کے نتیجہ میں قرآن مجید راہیں کھولنے کا وعدہ نہیں کرتا۔

☆اس اصول میں یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ہر ایک کو برابر مواقع فراہم کئے ہیں، کسی کے لئے میدان خالی نہیں رکھا، ساتھ یہ اصول تعلیم فرمادیا کہ جو اس میدان میں سخت محنت کرے گا صرف اسی کے لیے اللہ تعالیٰ غیب سے دروازے کھولے گا۔

☆اس اصول میں مزید غور کیجیے تو سمجھ آئے گا کہ اللہ تعالیٰ سست، کاہل اور غیر ذمہ دار شخص کو عطا نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ اس کا اصلی حقدار ہی نہیں۔

☆پس اگر آپ اپنے لیے کامیابی کے دروازے کھولنا چاہتے ہیں تو سفر قرآن مجید نے بتادیا ہے مگر یہ سفر طے آپ کو کرنا ہے۔ جو سفر طے کرنے کی ہمت نہیں رکھتا وہ کامیابی کا حقدار بھی نہیں۔

اُصول نمبر 7

عنوان: اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کے لیے تین کام کریں۔

آیت:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا[14]

ترجمہ:

اور دینی اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا، اور وہ دینِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کرتا رہا جو (اللہ کے لئے) یک سُو (اور) راست رَو تھے، اور اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا مخلص دوست بنا لیا تھا (سو وہ شخص بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے اللہ کا دوست ہو گیا)۔

اُصول:

☆یہ آیت اس اُصول کو واضح کر رہی ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا دوست بننا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ 3 کام کرے:

1. اپنے آپ کو عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا دے۔

---

[14] النساء 4:125

2. احسان کرنے والا بن جائے۔(احسان یہ ہے کہ حق دار کو حق سے زیادہ دیا جائے)

3. اللہ تعالیٰ کی طرف یکسُو رہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق اور توجہ میں کوئی شے نہ آنے دے۔

☆ جو شخص یہ تین کام کرے گا، ان پر استقامت اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنا دوست بنالے گا جیسے اس نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بنایا تھا، کیونکہ ان میں بھی یہ تین خوبیاں تھیں۔

☆ غور کیا جائے تو یہ تین وہ خوبیاں ہیں جو انسان کو سنجیدہ اور صاحب متانت بنادیں گی۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے وہ پھر کسی اور کے آگے نہیں جھکتا، یہ چیز اس میں جرات اور اعتماد پیدا کر دے گی، جب انسان حق سے زیادہ دینے والا بن جائے تو اس کے دل میں وسعت اور بے نیازی آجاتی ہے، اور یکسوئی اس میں مقصدیت پیدا کر دیتی ہے۔

☆ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ سب سے بہترین اسلام اس کا ہے جو یہ تین کام کرے گا۔

اُصول نمبر 8

عنوان: اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے، مشکل نہیں

آیت:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ[15]

ترجمہ:

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا، اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کر سکو اور اس لئے کہ اس نے تمہیں جو ہدایت فرمائی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس لئے کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اُصول:

☆ یہ آیت اس اُصول کو واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ امور دینیہ میں انسان کے لیے آسانی چاہتا ہے۔

☆ اس کی خواہش ہے کہ اپنے بندوں کو مشقت میں نہ ڈالے۔ اس کے باوجود جو مشقت اور مشکل ہمیں محسوس ہوتی ہے وہ حقیقت میں مشکل نہیں ہوتی۔ اس بات کی خوبصورت وضاحت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے "اگر انسان اپنے

---

[15] البقرۃ 185:2

نفس کو ضروری طاعات کے لیے تسلیم نہیں کرتا اور حرام چیزوں سے بچنے کے لیے پیش آنے والی مشقت کا عادی نہیں کرتا، اور امور تقدیریہ کو قلباً و ظاہراً قبول کرنے کا عادی نہیں بناتا، تو ایسے شخص کو لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں مشکل اور مشقت ہے۔ حالانکہ وہ جس مشقت کو برداشت کر رہا ہوتا ہے وہ شریعت کی طرف سے نہیں بلکہ نفس کی حالت کو گناہوں سے بگاڑنے کے باعث پیش آرہی ہوتی ہے۔"[16]

☆ نفس کو اگر قابو میں نہ رکھا جائے تو اس کی حالت بدتر سے بدتر ہوتی چلی جائے گی، یوں عبادت و طاعت کی کم مشقت بھی اس کو زیادہ لگے گی اور وہ اس کو آسانی کے خلاف سمجھے گا۔

☆ دوسری طرف اگر نفس کو سدھار کر قابو میں رکھا جائے اور اس کو طاعات پر مسلسل آمادہ رکھا جائے تو پھر وہ بڑی سے بڑی مشقت کو بھی ہلکا سمجھنے لگے گا۔

☆ المختصر، مشقت کا یہ فلسفہ نفس کی کیفیت سے متعلق ہے۔ جس چیز کا نفس عادی نہیں اور وہ نفس پر شاق گزرتی ہے تو یہی مشقت ہے اور اگر اسی پر مسلسل عمل کرے اور نفس کو اس کا عادی کرلے تو اُسی عمل میں مشقت کا پہلو کم ہو تا جاتا ہے حالانکہ عمل وہی ہے، فرق یہ پڑا کہ اب نفس پر سے وہ حالتِ مشقت کئی بار گزر چکی ہے جس کی وجہ سے اس مشقت کا احساس کم ہو گیا ہو تا ہے۔

☆ جہاں تک احکام دینیہ کا تعلق ہے تو یہ آیت اس اصول کو واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام غیر ضروری اور ناقابل برداشت مشقت سے پاک ہیں، البتہ ان میں اتنی مشقت ضرور رکھی گئی ہے کہ نفس کو بارگاہ الٰہی میں حالتِ تسلیم میں رکھا جا سکے۔

☆ یہ آیت اہل دین کو بھی ایک اصول دیتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مشقت اور غیر ضروری سختی کو پسند نہیں فرماتا تو تم بھی دین کی دعوت دیتے ہوئے غیر ضروری سختی نہ کرو، اور دین کے احکام کو ایسے سخت بنا کر نہ پیش کرو کہ لوگ متنفر ہو جائیں۔

☆ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو خوش خبریاں دو ان کو متنفر نہ کرو[17]۔

---

[16] فتوح الغیب، ص38، 17

[17] صحیح بخاری، رقم 69، صحیح مسلم، رقم 4528

اُصول نمبر 9
عنوان: اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے، لوگوں سے شرماتے ہو!

آیت:

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا[18]

ترجمہ:

وہ لوگوں سے (شرماتے ہوئے اپنی دغابازی کو) چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے درآنحالیکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو (کسی) ایسی بات سے متعلق (چھپ کر) مشورہ کرتے ہیں جسے اللہ ناپسند فرماتا ہے، اور اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں (اسے) احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اُصول:

☆اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بددیانت اور بدکار لوگوں کی نفسیات کے حوالے سے ایک جامع اُصول بیان کیا کہ وہ گناہ اور نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے، یعنی تنہائی میں کر دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے لیکن لوگوں کے سامنے نہیں کرتے اور لوگوں سے شرماتے ہیں اور ان کا حیا کرتے ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے پوری طرح آگاہ ہے اور ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یعنی ان کی اس فریب کارانہ روش سے واقف ہے۔

☆لوگوں میں نیک بنے رہنا اور تنہائی میں گناہ کرنا بہت سخت بیماری ہے۔ یہ ساری خیر چھین لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کا باعث بنتی ہے۔

☆ہونا تو یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اس کا حیاء بندہ مومن میں سب سے زیادہ ہو اور یہ حیاء اور اللہ تعالیٰ کے حضور بندے کو گناہ کرنے سے باز رکھے، مگر ہو اس کے برعکس رہا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو گناہ کر لیتا ہے (یعنی تنہائی میں جب دوسرا کوئی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہوتا ہے) مگر لوگوں کے سامنے نہیں کرتا۔

☆غور کیا جائے تو بندہ مومن کی اصلاح کے لیے یہ سب سے اثر رکھنے والا اصول ہے۔

☆یہ صفت اللہ تعالیٰ نے بددیانت اور بدکار شخص کی بتائی ہے۔

---

[18] النساء 108:4

☆تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کرنے اور بے خوف وخطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں میں مبتلا ہونے کے سبب روز قیامت ان کی ساری نیکیاں بے وقعت وبے حیثیت ہو سکتی ہیں۔

☆حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: "میں اپنی اُمت کے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو روز قیامت تہامہ کے پہاڑوں کے مثل نیکیاں لے کر حاضر ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں بے حیثیت اور پراگندہ ذروں کی طرح بکھیر دے گا۔" حضرت ثوبانؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں ان لوگوں کی حالت اور وصف بتلا دیجئے تاکہ ہم نادانستہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: "وہ تمہارے ہی بھائی بند ہوں گے، تمہاری طرح راتوں میں عبادت بھی کرتے ہوں گے لیکن جب وہ لوگ تنہائی میں (لوگوں کی نگاہوں سے دور) ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کریں گے۔[19]" یعنی تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں سے ان کا دامن داغدار ہو گا۔

☆حدیث بالا سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ پہاڑوں کی مثل بے شمار نیکیاں، قیام اللیل اور راتوں کی عبادتیں بھی نامۂ اعمال میں ہوں لیکن ساتھ ہی بندہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو بھی پامال کرتا ہو تو ایسی عبادت وشب بیداری اور نیکیاں اسے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکیں گی۔ان نیکیوں کی حفاظت کے لئے یہ بھی ضروری ہے بندہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے، اس کی قوت وعظمت اور بڑائی کا حیاء کرتے ہوئے گناہوں سے دور رہے، ورنہ اس کی یہ نیکیاں ضائع وبرباد ہو سکتی ہیں۔

اُصول نمبر10
عنوان: اللہ تعالیٰ فاسق کو ہدایت نہیں دیتا۔

آیت:

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ[20]

ترجمہ:

پھر جب انہوں نے کج روی جاری رکھی تو اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اُصول:

☆اس آیت میں ایک شاندار اصول بیان ہوا ہے، وہ اصول یہ ہے کہ "ہدایت کے حصول میں انسان کے اختیار کا کتنا دخل ہے"۔

---

[19] سنن ابن ماجہ، رقم:4245

[20] الصف 5:61

☆ ہدایت کی قبولیت کے لیے انسان درج ذیل لوازمات عطا کئے گئے ہیں: اللہ تعالیٰ کا پیغام بذریعہ کتب، انبیاء کی آمد، آفاق وانفس میں موجود نشانیاں اور اس پر عقل وشعور کے سارے تقاضے۔ جو ان تمام لوازمات کو ہدایت کے حصول کے لیے کماحقہ استعمال نہ کرے، وہ فاسق کہلائے گا، اس کو ہدایت نہیں دی جاتی۔ جو ان سب کے ہوتے ہوئے ہدایت پانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ہدایت کی مخالف سمت میں ہی چلتا رہتا ہے تو اس کا دل اس کی اس روش کے نتیجہ میں ٹیڑھا کر دیا جاتا ہے۔

☆ اس آیت میں یہ بات واضح اصول کے طور پر آئی ہے کہ پہلے قوم موسیٰؑ نے کج روی اختیار کی، پھر اس کج روی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔

☆ یہ پہلو بھی صراحت سے آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا دروازہ ہر شخص کے لیے کھلا ہے مگر جو اللہ تعالیٰ کے پیغام، انبیاء کی ہدایت، آفاق وانفس کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی نافرمانی پر اڑا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ نہیں کہ جو لوگ خود اپنے اختیار کے ساتھ ٹیڑھی راہ کا انتخاب کر لیں انہیں وہ جبراً سیدھی راہ پر چلائے، اور جو اس کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہوں ان کو زبردستی ہدایت دے۔

☆ پس بات واضح ہے کہ گمراہی کا آغاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ انسان کے اپنے انتخاب سے ہوتا ہے۔

☆ قرآن مجید اس مسئلہ کی اور کئی جگہ پر وضاحت فرماتا ہے:

- وہ پھر گئے، اللہ نے ان کے دلوں کو اس لیے پھیر دیا کہ وہ لوگ سمجھتے نہ تھے۔[21]
- ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے[22]۔

---

[21] التوبۃ9:127

[22] البقرۃ2:10

اُصول نمبر 11

عنوان: طلاق کے بعد میاں بیوی کو ایک دوسرے سے بے نیاز کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل کی خاص نشانی ہے۔

آیت:

وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا[23]

ترجمہ:

اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی کشائش سے (ایک دوسرے سے) بے نیاز کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا بڑی حکمت والا ہے۔

اُصول:

☆اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی قلبی، ذہنی اور جسمانی وابستگی کے حوالے سے ایک نہایت شاندار اصول بیان فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے تعبیر فرمایا ہے۔

☆ہم آئے روز تجربہ کرتے ہیں کہ جب مرد عورت میں طلاق ہو جاتی ہے، وہ دونوں کچھ عرصہ بعد نئی جگہ نکاح کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں اور خوشی خوشی زندگی گزارنے لگتے ہیں۔ ماضی کو بھول چکے ہیں ہوتے ہیں۔

☆ذرا غور کیجئے، یہ وہی عورت ہے جو اپنے شوہر سے ذہنی، قلبی اور جسمانی وابستگی رکھتی تھی اور اس کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے اگر تصور بھی کرنا پڑ جائے کہ وہ اسی نوعیت کے جائز رشتے میں کسی اور کے ساتھ بندھے تو وہ اس کو ناممکن سمجھتی تھی اور خیال کرتی ہے کہ ایسی صورت حال پیش آئی تو شاید وہ زندہ بھی نہ رہ سکے گی۔

☆دوسری طرف شوہر کا حال یہ ہے کہ وہ بیوی سے متعلق کسی اور کے ساتھ تعلق اپنے تصور میں بھی نہیں لا سکتا، اس کو وہ اپنے ذہن، نفسیات پر شدید حملہ سمجھے گا۔

☆پھر انہی دو لوگوں میں طلاق ہو جاتی ہے اور چند مہینوں کے بعد یہ دونوں نئے افراد کے ساتھ ماضی کی طرح کے تعلقات قائم کر لیتے ہیں، مگر سب خوش ہیں، نہ کسی کو ماضی کی یاد آتی ہے، نہ کوفت ہوتی ہے، نہ یہ عمل کسی کی غیرت پر ضرب لگاتا اور نہ کسی کی نفسیات پر کوئی اثر ڈالتا ہے۔ سوال ہے یہ اتنی بڑی تبدیلی ان کے اندر کیسے آئی؟

---

[23] النساء 130:4

☆اللہ تعالیٰ اس تبدیلی کو اپنا فضل فرماتا ہے۔ اگر یہ فضل نہ ہوتا تو طلاق کے بعد ہر شخص ڈپریشن اور نفسیاتی کشمکش کا شکار ہو کر ناکارہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل یہ فرمایا کہ ان کے دلوں کو پہلے لوگوں سے بے نیاز کر دیا اور نئے رشتوں کی طرف راغب کر دیا۔

☆اب وہی لوگ وہی تصور نئے لوگوں سے متعلق رکھتے ہیں جو پہلوں کے لیے رکھتے تھے۔ دنیا کے نظم کو چلانے کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی ہے۔

☆اس پر غور کیا جائے تو اس سے حکمت، فضل الٰہی اور الوہی اسکیم کے وہ وہ در کھلیں گے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اُصول نمبر 12
عنوان: خوف بس خدا کا ہے۔

آیت:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[24]

ترجمہ:

پس تم ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرا کرو، اس لئے کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں اور تا کہ تم کامل ہدایت پا جاؤ۔

اُصول:

☆مفادات کی بنیاد پر کسی کا طمع یا خوف رکھنا اور اس سے حاجب بر آری کی توقع رکھنا نفس کا بہت بڑا فریب ہے۔ اس کی اصلاح تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے کہ خبر دار! کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، صرف اور صرف مجھ سے ڈرو۔ کیونکہ:

- تمہیں ہدایت دینا یا گمراہ کرنا صرف اور صرف میرے ہاتھ میں ہے۔
- تمہیں عطا کرنا یا روک دینا صرف اور صرف میرے ہاتھ میں ہے۔
- اگر میں محروم کر دوں تو کوئی عطا کرنے والا نہیں۔[25]

---

[24] البقرۃ 2:150

[25] یعنی نفع وضرر کا مالک، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے والا صرف اللہ ہے اور اس کے حکم وفیصلے کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد (صحیح بخاری، مسلم) جس کو تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے تو اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچا سکتی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

- اگر میں عطا کر دوں تو کوئی روکنے والا نہیں۔[26]
- اگر تجھے کوئی تکلیف ہو تو میرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں[27]

☆تو پھر حق یہ بنتا ہے کہ صرف اور صرف میرا خوف رکھا جائے، تاکہ تم میری نعمتوں کو بھی حاصل کرتے رہو اور کامل ہدایت بھی پالو۔اسی کی مزید تائید قرآن مجید میں یوں آئی ہے:

- سو (اے مسلمانو!) تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔[28]
- پس تم (اقامتِ دین اور احکامِ الٰہی کے نفاذ کے معاملے میں) لوگوں سے مت ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرا کرو اور میری آیات (یعنی احکام) کے بدلے (دنیا کی) حقیر قیمت نہ لیا کرو، اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ کافر ہیں،[29]

اُصول نمبر 13

عنوان: تین کام چھپ کر کرنا باعث رضائے الٰہی ہیں۔

آیت:

لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا[30]

ترجمہ:

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس شخص (کے مشورے) کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضاجوئی کے لئے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔

---

[26] آپ (ان سے) فرمادیجئے: تمہیں آسمان اور زمین (یعنی اوپر اور نیچے) سے رزق کون دیتا ہے، یا (تمہارے) کان اور آنکھوں (یعنی سماعت و بصارت) کا مالک کون ہے، اور زندہ کو مُردہ (یعنی جاندار کو بے جان) سے کون نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ (یعنی بے جان کو جاندار) سے کون نکالتا ہے، اور (نظام ہائے کائنات کی) تدبیر کون فرماتا ہے؟ سو وہ کہہ اٹھیں گے کہ اللہ، تو آپ فرمایئے: پھر کیا تم (اس سے) ڈرتے نہیں، (یونس 31:10)

[27] اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے، (الانعام 17:6)

[28] المائدة 3:5

[29] المائدة 44:5

[30] النسا 114:4

اُصول:

☆اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ اکثر کام جو انسان چھپ کر کرتا ہے وہ گناہ کے اور ناپسندیدہ ہوتے ہیں۔ مگر تین کام ایسے ہیں کہ جن کو چھپ کر کرنا باعث رضائے الہیٰ ہے:

1. چھپ کر کسی کی مالی مدد کرنا کہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو۔ اس کی مدد بھی ہو جائے اور عزت نفس بھی مجروح نہ ہو۔
2. لوگوں میں جہاں اختلاف ہو تا دیکھے فوراً صلح کرادے، باہمی غلط فہمیوں کو دور کردے، یعنی پر امن معاشرے کے قیام میں اپنا حصہ ڈالتا رہے۔
3. چھپ کر نیکیاں کرے، تاکہ اس کا گواہ صرف اللہ تعالیٰ ہو۔ ایسی نیکیاں اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔

☆ان تین کاموں کے ساتھ قرآن مجید نے ایک شرط لگائی ہے کہ یہ تمام کام صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کرے۔ یہ ایسی شرط ہے جو ہر عمل صالح کے ساتھ موجود ہے مگر ہر جگہ اس کا بیان نہیں ہوتا۔

☆غور کیا جائے تو ان تین احکامات میں سے پہلے دو احکام اجتماعی نوعیت کے اور معاشرہ سازی سے متعلق ہیں، جبکہ آخری حکم شخصیت سازی سے متعلق انفرادی نوعیت کا ہے۔

☆ان تین کاموں کو کرنے والوں کے لیے اجر عظیم تیار کر کے رکھا گیا ہے۔

اُصول نمبر14
عنوان: بتانِ وہم وگماں

آیت:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ [31]

ترجمہ:

بیشک جنہوں نے کفر کیا نہ ان کے مال انہیں اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی بچا سکیں گے اور نہ ان کی اولاد، اور وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

[31] آل عمران 3:10

اُصول:

☆اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ان بتوں کو پاش پاش کر دیا ہے جو اِس کے وہم گمان میں پلتے ہیں، جن کو وہ مشکل میں مشکل کشا اور حاجت میں حاجت روا تصور کئے ہوئے ہوتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

1. مال
2. اولاد

☆ان دونوں چیزوں کی موجودگی میں انسان ایک طرح کے باطل تصور میں الجھ جاتا ہے اور اپنے تیئں یہ تصور کر لیتا ہے کہ اب کوئی مشکل اور مصیبت آئی تو یہ مجھے بچا لیں گے۔

☆اللہ تعالیٰ نے اس تصور کی دنیا اور آخرت دونوں میں نفی کی ہے۔ دنیا میں بھی وہی حاصل ہو گا جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور جس کی انسان نے کوشش کی ہو گی اور آخرت میں بھی، اس طرح کا کوئی مددگار جس کی شرعی دلیل موجود نہیں بلکہ نفی موجود ہے کبھی مدد نہیں کر سکتا۔

☆پس پیغام یہ ہے کہ اپنا یقین سبب سے زیادہ مسبب پر رکھو، اشیاء پر بھروسہ نہ کرو بلکہ اشیاء کے حقیقی مالک پر بھروسہ کرو۔

☆اس تصور کی شاندار تشریح علامہ اقبالؒ نے فرمائی ہے:

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند بتانِ وہم و گماں لا الہ اللہ[32]

☆علامہ اقبالؒ نے مال و دولت اور دنیا کے رشتوں کو وہم گمان کے بت قرار دیا، پس ان کی یہی حقیقت ہے، ان بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو۔

☆یہی حقیقت سورۃ القارعہ میں تفصیل سے بیان ہوئی ہے: (اس سے مراد) وہ یومِ قیامت ہے جس دن (سارے) لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے، اور پہاڑ رنگ برنگ دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے، پس وہ شخص کہ جس (کے اعمال) کے پلڑے بھاری ہوں گے، تو وہ خوش گوار عیش و مسرت میں ہو گا، اور جس شخص کے (اعمال کے) پلڑے ہلکے ہوں گے، تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم کا گڑھا) ہو گا۔[33]

[32] کلیات اقبال، اردو، ضرب کلیم، ص 527، اقبال اکادمی

[33] القارعہ 101:4 تا 9

اُصول نمبر 15
عنوان: مدد صرف اللہ تعالیٰ کی

آیت:

إِن يَنصُرْكُمُ ٱللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا ٱلَّذِى يَنصُرُكُم مِّنۢ بَعْدِهِۦ ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ [34]

ترجمہ:

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے، اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

اُصول:

☆اس آیت میں اللہ تعالی نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ کائنات کا کارساز، تمام اختیارات کا مالک، سب کا رازق، سب کا خالق اور ہر ایک کی مدد کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالی ہے۔

☆اگر اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہے اور باقی سارا جہاں تمہارا مخالف ہو تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے اور سارا جہاں تمہارے ساتھ ہو تب بھی تم غالب نہیں آسکتے۔ یہ اصول واضح ہے۔

☆ہم نے یہ طے کرنا ہے کہ ہم نے دوسروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا ساتھ لینا ہے یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کا ساتھ لینا ہے۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں پیش آنے والے نتائج سے پہلے ہی ہمیں آگاہ کر دیا گیا ہے۔

☆تاریخ گواہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا ساتھ نبھایا، دنیا اسی کو سلام کرتی ہے اور اسی کے ساتھ چلتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی طرف دنیا کا یہ رجوع بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ مدد شامل حال ہونے کی ہی ایک دلیل ہے۔

☆اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا عہد بندگی نہیں نبھاتا وہ عارضی طور پر بے شک کچھ فائدہ حاصل کر لے وہ حقیقتاً کبھی فائدے میں نہیں جا سکتا۔

☆اس آیت سے یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ اس کی مدد اور اس کا ساتھ طلب کرتے رہنا چاہیے۔

---

[34] آل عمران 3:160

اُصول نمبر 16

عنوان: کیا اللہ تعالیٰ انسان کو گمراہ کرتا ہے یا انسان خود گمراہ ہوتا ہے؟

آیات مع تراجم:

1. إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ[35]

ترجمہ: بیشک جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے لئے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

2. وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا[36]

ترجمہ: اور جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

3. فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا۔[37]

ترجمہ: پس (انہیں جو سزائیں ملیں وہ) ان کی اپنی عہد شکنی پر اور آیاتِ الٰہی سے انکار (کے سبب) اور انبیاء کو ان کے ناحق قتل کر ڈالنے (کے باعث)، نیز ان کی اس بات (کے سبب) سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف (چڑھے ہوئے) ہیں، (حقیقت میں ایسا نہ تھا) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے، سو وہ چند ایک کے سوا ایمان نہیں لائیں گے۔

4. وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔[38]

---

[35] البقرة 6:2

[36] النساء 115:4

[37] النساء 155:4

[38] الانعام 35:6

ترجمہ: اور اگر آپ پر ان کی رُوگردانی شاق گزر رہی ہے (اور آپ بہر صورت ان کے ایمان لانے کے خواہش مند ہیں) تو اگر آپ سے (یہ) ہو سکے کہ زمین میں (اترنے والی) کوئی سرنگ یا آسمان میں (چڑھنے والی) کوئی سیڑھی تلاش کر لیں پھر (انہیں دکھانے کے لیے) ان کے پاس کوئی (خاص) نشانی لے آئیں (وہ تب بھی ایمان نہیں لائیں گے)، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر ضرور جمع فرما دیتا پس آپ (اپنی رحمت و شفقت کے بے پایاں جوش کے باعث ان کی بدبختی سے) بے خبر نہ ہو جائیں۔

5. وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ۔[39]

ترجمہ: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم ان پر ہر چیز (آنکھوں کے سامنے) گروہ در گروہ جمع کر دیتے وہ تب بھی ایمان نہ لاتے سوائے اس کے جو اللہ چاہتا اور ان میں سے اکثر لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔

6. قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ۔[40]

ترجمہ: فرما دیجئے کہ دلیلِ محکم تو اللہ ہی کی ہے، پس اگر وہ (تمہیں مجبور کرنا) چاہتا تو یقیناً تم سب کو (پابندِ) ہدایت فرما دیتا، وہ حق و باطل کا فرق اور دونوں کا انجام سمجھانے کے بعد ہر ایک کو آزادی سے اپنا راستہ اختیار کرنے کا موقع دیتا ہے، تاکہ ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار ٹھہرے اور اس پر جزا و سزا کا حق دار قرار پائے۔

7. تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ۔[41]

ترجمہ: یہ وہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو سنا رہے ہیں، اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ (پھر بھی) اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، اس طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

8. وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ۔[42]

---

[39] الانعام 111:6

[40] الانعام 149:6

[41] الاعراف 101:7

[42] انفال 23:8